تحقیق اثر

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی ❖

حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف ''تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس'' دراصل مولانا احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک استفتاء جو اثر ابن عباس کی تصحیح وتوضیح کے متعلق ہے کا جواب ہے۔لوگوں نے جس طرح اپنی علمی بے مائیگی،ضد وتعصب کی وجہ سے اس مایہ ناز تصنیف پر لایعنی اعتراضات کئے اسی طرح اس صحیح حدیث کا انکار بھی کیا۔اس مضمون میں راقم اس اثر کی تصحیح کے متعلق چند معروضات پیش کرے گا۔

تصحیح اثر ابن عباس

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الثَّقَفِيُّ ثَنَا عُبَيْدُ بْنُ غَنَّامٍ النَّخَعِيُّ أَنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ حَكِيْمٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَطَآءِ ابْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: أَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۱) قَالَ سَبْعُ أَرْضِيْنَ فِيْ كُلِّ أَرْضٍ نَبِيٌّ –كَنَبِيِّكُمْ وَ آدَمُ كَآدَمَ وَ نُوْحٌ– كَنُوْحٍ وَّ اِبْرَاهِيْمُ كَاِبْرَاهِيْمَ وَ عِيْسٰى كَعِيْسٰى (۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سورۃ الطلاق کی آیت **الله الذی خلق سبع سموت الآیۃ** کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں پیدا کی ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور عیسی کی طرح عیسی ہیں۔

---

(۱) الطلاق: ۱۲ (۲) هذ حديث صحيح الاسناد قال فی التلخيص صحيح، المستدرك على الصحيحين، ج2، ص535، رقم الحديث 3822، دار الكتب العلميه، بيروت.

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح کہا۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت مختصرا بھی وارد ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الحَسَنِ الْقَاضِيُّ ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحُسَيْنِ ثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ أَيَّاسٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهِ عَزَّ وَ جَلَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهُنَّ قَالَ فِيْ كُلِّ أَرْضٍ نَحْوُ اِبْرَاهِيْمَ. هٰذَا حَدِيْث -صَحِيْح- عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَ لَمْ يُخَرِّجَاهُ قَالَ فِي التَّلْخِيْصِ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ(۱)

امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت علی شرط الشیخین ہے اور امام ذہبی بھی ان کے قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علی شرط البخاری والمسلم ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **أَخْرَجَ اِبْنُ جَرِيْرٍوَّابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ والحاکم صححه و البیهقی فی شعب الایمان و فی کتاب الاسماء و الصفات(۲)**

امام بیہقیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

صحیح(۳)

یہ روایت صحیح ہے

علامہ زرقانیؒ سے سوال ہوا کہ کیا سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں ہیں اور کیا ان میں مخلوقات بھی ہیں؟

تو فرمایا جی ہاں اور ابن حجر کے حوالے سے فرمایا کہ اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے جو ابن عباسؓ سے مختصرا و مطولا منقول ہے اور پھر امام بیہقیؒ کے حوالے سے اس روایت کی تصحیح نقل کی ہے۔(۴)

اسی طرح قاضی بدرالدین شبلی الحنفی رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ بیان کیا کہ کیا کبھی جنات میں بھی رسول مبعوث ہوئے امام ضحاکؒ کا ایک قول پیش کیا اور پھر اس کو مدلل کرنے کیلئے اثر ابن عباسؓ کو استدلال میں پیش کیا اور پھر فرمایا کہ اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے جس کو امام حاکم نے عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی کے طریق سے

(۱) المستدرك على الصحيحين، رقم الحديث 3823

(۲) الدر المنثور، ج6، ص238، دار المعرفة، بيروت

(۳) كتاب الاسماء والصفات، ج2، ص267,268، رقم الحديث 831,832

(۴) اجوبة للأسئلة، السوال الخامس والسادس والاربعون

نقل کیا ہے اور میرے استاذ امام ذہبیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

هذا حديث على شرط البخارى و مسلم و رجاله ائمة. (۱)

یہ حدیث علی شرط البخاری والمسلم ہے اور اس حدیث کے راوی بڑے بڑے ائمہ ہیں۔

اسی طرح یہ روایت تصحیح کے ساتھ علامہ قاضی شوکانی غیر مقلد نے ''فتح القدیر، ج5، ص295، دار بن کثیر''، عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عمدۃ القاری، ج15، ص111، دار الاحیاء التراث، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کشف الخفاء، رقم الحدیث 316''، علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج12، ص409، دار الکتب العلمیۃ، بیروت'' پر بھی نقل کی ہے۔

جب کہ رضا خانیوں بریلویوں کی محبوب ترین تفسیر ''روح البیان'' میں علامہ حقی نے اسے اپنے موقف پر بطور استدلال پیش کیا اور ''آ کام المرجان'' والے کے حوالے سے اس روایت کو صحیح کہا۔ (۲)

نیز ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''اتحاف المھرۃ، ج8، ص65، رقم الحدیث 8922، اور حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر ابن کثیر، ج8، ص156,157، دار الطیبہ، ریاض'' میں ''تصحیح'' کے ساتھ اس روایت کو درج کیا ہے۔

یاد رہے کہ ان تمام مفسرین ومحدثین نے اس حدیث کو بمع تصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ اس روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر میں "و من فى الارض مثلهن" کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کر دوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم کفر کر بیٹھو اور تمہارا کفر یہی ہوگا کہ تم اس کی حقیقت جاننے کے بعد اس کا انکار کر بیٹھو گے۔

قال ابن جرير حدثنا عمرو بن على حدثنا وكيع حدثنا الاعمش عن ابراهيم بن مهاجر عن مجاهد عن ابن عباس فى قوله (سبع سموت و من الارض مثلهن) قال لو حدثتكم بتفسيرها لكفرتم و كفركم تكذيبكم بها

وحدثنا ابن حميد حدثنا يعقوب بن عبد الله بن سعد القمى الاشعرى عن جعفر بن ابى المغيرة الخزاعى عن سعيد بن جبير قال قال رجل لابن عباس (الله الذى خلق سبع سموت و من الارض مثلهن) فقال ابن عباس ما يؤمنك ان اخبرتك بها فتكفر (۳)

(۱) آكام المرجان فى احكام الجان، ص63,64، مكتبة القرآن بمصر

(۲) روح البيان، ج3، ص105، دار الفكر بيروت

(۳) تفسير ابن كثير، ج8، ص156، دار الطيبه رياض، تفسير المراغى، ج28، ص151، مصطفى البابى مصر

خلاصہ بحث

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ یہ اتنے بڑے بڑے ائمہ اس حدیث کی تصحیح کرر ہے ہیں کوئی اس کو علی شرط البخاری والمسلم کہہ رہا ہے تو کوئی کہہ رہا ہے کہ اس کے راوی بڑے بڑے ائمہ ہیں تو کوئی اس کو اپنے استدلال میں پیش کرر ہا ہے تو کوئی اس کی تصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کر کے اس روایت کے صحیح ہونے کی تائید کرر ہا ہے تو اب ایسی صحیح ترین روایت کو ماننے سے کیا صرف اس وجہ سے انکار کردیا جائے کہ اس کا ظاہر مفہوم ختم نبوت کے خلاف ہے یا اس روایت کا مطلب ہمیں سمجھ نہیں آتا یا شیخ نانوتوی رحمہ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا؟ اللہ پاک جزائے خیر دے قاسم العلوم والخیرات حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اس حدیث کا ایسا دلنشین مطلب بیان کیا کہ حدیث کی صحت بھی برقرار رہی اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی ختم نبوت پر بھی کوئی حرف نہ آیا۔ تفصیل کیلئے ''تحذیر الناس'' کا مطالعہ کریں۔

بریلوی شیخ الحدیث اور اثر ابن عباس

مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی مفتی اعظم پاکستان پروفیسر منیب الرحمٰن صاحب کے مدرسے کے شیخ الحدیث ہیں اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موصوف بریلوی مسلک میں کس پائے کے عالم ہیں۔ ان کی تفسیر ''تبیان القرآن'' کے متعلق مفتی منیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

''میں اہل سنت والجماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ مصنفات علامہ سعیدی ،شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر اہل سنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مداللہ ظلہما العالی نے مسلک اہل سنت والجماعت کے لئے متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کے لئے حجت واستنادکی حیثیت رکھتے ہیں''(۱)۔

معلوم ہوا کہ تبیان القرآن رضاخانیوں کے ہاں مسلم ومتفق علیہ دستاویز ہے اور علامہ سعیدی کے متعلق یہی موصوف نام نہاد مفتی اعظم لکھتے ہیں:

> شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہم کی تفسیر تبیان القرآن اور شرح صحیح مسلم سے بھی استفادہ کرتے رہتے ہیں اور براہ راست بھی ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں ان کا وجود اہل سنت وجماعت کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے''(۲)

تو بریلویوں کیلئے یہ نعمت غیر مترقبہ اپنی تفسیر تبیان القرآن میں لکھتا ہے:

---

(۱) تفہیم المسائل، ج3، ص17، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور (۲) تفہیم المسائل، ج3، ص16، ضیاء القراان پبلی کیشنز

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے من الارض مثلھن (الطلاق:12) کی تفسیر میں روایت کیا ہے: یہ سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہاری طرح نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ (۱)۔

امام مقاتل بن سلیمانؒ متوفی 150ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے (۲)۔

نیز امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ متوفی 405ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ الذی خلق سبع سموت و من الارض مثلھن (الطلاق:12) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور حضرت آدمؑ کی مثل آدم ہیں اور حضرت نوحؑ کی مثل نوحؑ ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی مثل ابراہیمؑ ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کی مثل عیسیٰؑ ہیں۔ امام حاکمؒ نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اس کو روایت نہیں کیا حافظ ذہبیؒ نے بھی کہا یہ حدیث صحیح ہے۔(۳)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے، ایک سند ہے از عطاء بن السائبؒ از ابی الضحیؒ از ابن عباسؓ ہے اور دوسری سند از عمرو بن مرہ از ابی الضحی از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند حضرت ابن عباسؓ سے صحیح ہے اور راوی مرہ کے ساتھ شاذ ہے اور میں نہیں جانتا کہ اطوالضحی کا کوئی متابع ہے۔(۴)

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزیؒ متوفی 597ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں اس حدیث کی دوسندیں ہیں ایک حضرت ابن عباسؓ تک متصل ہے اور دوسری سند ابوالضحیؒ پر موقوف ہے الخ (۵)

اثر ابن عباس کے متعلق محدثین اور مشاہیر علماء کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ متوفی 852ھ لکھتے ہیں علامہ ابن التینؒ نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ زمین واحد ہے ابن التینؒ نے کہا یہ قول قرآن وسنت سے مردود ہے میں کہتا

(۱) تفسیر امام ابن ابی حاتم۔ رقم الحدیث 18919، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ 1417ھ

(۲) تفسیر مقاتل بن حیان، ج3، ص375

(۳) المستدرک، ج2، ص493، طبع قدیم، المستدرک، رقم الحدیث 3822، المکتبۃ العصریۃ 1420ھ

(۴) کتاب الاسماء والصفات، ص390,389، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت

(۵) زادالمسیر، ج8، ص300، مکتبہ اسلامی بیروت 1407ھ

ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ سات زمینیں متصل ہیں ورنہ یہ قول قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے سات زمینوں پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن حجرؒ نے از ابوالضحیٰؒ از ابن عباسؓ و من الارض مثلھن (الطلاق:12) کی تفسیر میں روایت کیا ہے:

ہر زمین میں حضرت ابراہیمؑ کی مثل ہے جس طرح زمین کے اوپر مخلوق ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور امام حاکمؒ اور امام بیہقیؒ نے اس کی طویل متن سے روایت کیا ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمہارے آدمؑ کی طرح آدمؑ ہیں اور تمہارے نوحؑ کی طرح نوحؑ ہیں اور تمہارے ابراہیمؑ کی طرح ابراہیمؑ ہیں اور تمہارے عیسیٰؑ کی طرح عیسیٰؑ ہیں اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں۔ امام بیہقیؒ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر یہ مرہ کے ساتھ شاذ ہے اور امام ابن ابی حاتمؒ نے از مجاہد از ابن عباسؓ روایت کیا ہے کہ اگر میں تم سے اس کی تفسیر بیان کروں تو تم کفر کرو گے اور تمہارا کفر اس روایت کی تکذیب ہے۔ اہل ہیئت یہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ زمین اوپر تلے ہیں مگر ان کے درمیان مسافت نہیں ہے اور ساتویں زمین سپاٹ ہے اس کا کوئی بطن نہیں ہے اور اس کے وسط میں مرکز ہے اور وہ ایک فرض نقطہ ہے لیکن ان کے اقوال پر کوئی دلیل نہیں ہے اور سنن ابو داؤد اور سنن ترمذی میں حضرت عباس بن عبد المطلب سے مرفوعا روایت ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان اکہتر یا بہتر سال کی مسافت ہے لیکن ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ مسافت کا یہ فرق رفتار کی تیزی اور کمی پر مبنی ہے۔(۱)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسیؒ متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحیان اندلسیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے اس اثر کو موضوع قرار دیا ہے لیکن میں کہتا ہوں اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی اور شرعی مانع نہیں ہے۔(۲)

اثر ابن عباس پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

اعتراض نمبر ا: اس حدیث کی تصحیح امام حاکمؒ نے کی ہے اور حاکمؒ حدیث کی تصحیح میں متساہل ہیں اس لئے ان کی تصحیح کا اعتبار نہیں۔

جواب: درست کہا مگر روایت کی تصحیح میں صرف امام حاکمؒ متفرد نہیں بلکہ امام بیہقیؒ و امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جب حاکمؒ کی تصحیح پر ذہبیؒ موافقت کرے تو روایت

(۱) فتح الباری، ج6 ص434,435، دار الفکر بیروت 1420ھ

(۲) روح المعانی، ج28 ص211، دار الفکر بیروت 1417ھ/بحوالہ تبیان القرآن، ج12 ص92 تا94 فرید بک سٹال لاہور الطبع الخامس جنوری 2011

قابل قبول ہوگی۔

اعتراض نمبر۲: ذہبیؒ نے اس کو صحیح نہیں کہا بلکہ حسن کہا ہے اور دونوں میں بون بعید ہے۔

جواب: ہم نے ماقبل میں صراحت کے ساتھ امام ذہبیؒ سے ''صحیح علی شرط البخاری والمسلم'' کے الفاظ نقل کئے ہیں البتہ ''آکام المرجان'' والے نے ذہبیؒ کے حوالے سے ''حسن'' کا لفظ نقل کیا ہے لیکن یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ بہت سے متقدمین حسن اور صحیح میں فرق نہیں کرتے بلکہ حسن کو صحیح ہی میں شمار کرتے ہیں بلکہ امام حاکمؒ کا تو عام صنیع ہی یہی ہے کہ وہ صحیح پر حسن کا اطلاق کرتے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:(۱)

پس جب دونوں میں کوئی فرق نہیں تو اس اعتبار سے **لا منافاۃ بین تصحیح الحاکم و البیہقی و تحسین الذہبی فافھم.**

اعتراض نمبر۳: آپ کی ذکر کردہ پہلی روایت میں عطاء ابن السائبؒ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ''شریک'' ہیں اور عطاء بن سائب آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ جنہوں نے بھی عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے وہ حالت اختلاط میں روایت کیا ہے۔

جواب: امام نوویؒ نے ابن معین کے حوالے سے جو لکھا یہ بسبب ان کے تتبع کے ہے۔ جو کہ درست نہیں اس لئے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی حالت اختلاط سے پہلے عطاء ابن السائب سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ حافظ بن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عطاء بن سائب سے اختلاط سے قبل روایت کرنے والے شعبہ وسفیان کے علاوہ: زہیرؒ، زائدہؒ، حماد بن زیدؒ، ایوبؒ اور ان کے علاوہ بھی کئی ہیں۔(۲)

اور ابن مزیؒ نے تو صاف صریح لکھا ہے کہ عطاء بن السائب سے قدیما قبل الاختلاط نقل کرنے والوں میں سے ''شریک'' بھی ہیں۔(۳)

ابوعوانہ کا نام بھی ان حضرات میں ملتا ہے جنہوں نے حالت صحت میں عطاء بن سائب سے روایت کی ہے۔(۴)

پھر اس اشکال کے ہوتے ہوئے بھی ذہبیؒ وبیہقیؒ نے اس کو صحیح کہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں۔

---

(۱) تدریب الراوی شرح تقریب النووی، ص138: قدیمی کتب خانہ۔ کراچی

(۲) تہذیب التہذیب، ج7، ص184: دار الفکر۔ بیروت

(۳) تہذیب الکمال، ج20، ص86 (۴) الجرح والتعدیل، ج13، ص471

اعتراض نمبر۴: اس کی سند میں واقدی کذاب ہے۔

جواب: ہم نے مکمل سند پیش کردی ہے اس میں واقدی کا نام دکھانے پر منہ مانگا انعام۔

اعتراض نمبر۵: یہ حدیث شاذ ہے اور حدیث صحیح کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ شذوذ سے پاک ہو لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جواب: یہ بھی اہل بدعت کا نرا مغالطہ ہے وہ اس طرح کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے کہ ایک شاذ وہ ہے جو ''مقبول'' ہے اور ایک شاذ وہ ہے جو ''مردود'' ہے۔ شاذ مردود تو وہ ہے جس میں ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے سو یہ شاذ صحت کے منافی ہے۔

اور شاذ مقبول یہ ہے کہ جس میں صرف ایک ثقہ راوی روایت نقل کرے اس تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ مردود نہیں بلکہ مقبول ہے اور ایسی شاذ روایت صحیح میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ نے حدیث صحیح کی تعریف میں ایک شرط یہ لگائی کہ وہ شاذ نہ ہو تو سیوطیؒ اس شاذ کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ شاذ تین قسم پر ہے (۱) ثقہ کی اوثق کی مخالفت (۲) مطلقا ثقہ کا تفرد (۳) مطلقا راوی کا تفرد۔ نووی جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھ رہے ہیں وہ شاذ کی پہلی قسم یعنی ثقہ کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرنا۔

اسی طرح امام نوویؒ جہاں شاذ کی تعریف بیان کرتے ہیں وہاں فرماتے ہیں کہ اگر راوی اپنے سے زیادہ حافظ وضابط کی مخالفت کرے تو یہ شاذ مردود میں شمار ہوگا البتہ اگر مخالفت نہ ہو عادل ضابط حافظ ہو اور محض تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ صحت کے منافی نہیں۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ شاذ اگر تفرد راوی کی وجہ سے ہو اور اوثق کی مخالفت نہ ہو تو یہ صحت کے منافی نہیں بلکہ صحیح ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ حدیث صحیح کا شذوذ سے پاک ہونا محدثین کے نزدیک شرط ہے فقہاء کے نزدیک نہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ خطابیؒ نے صحیح کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ: جس کی سند متصل ہو اور راوی عادل ہوں۔

خلاصہ بحث یہ کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ صرف وہ شاذ مردود ہے جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کرے اور اثر ابن عباسؓ شاذ مردود میں سے نہیں بلکہ شاذ مقبول میں سے ہے کیونکہ ابی الضحیٰ خود ثقہ ہے اور اپنے سے اوثق کسی راوی کی مخالفت نہیں کر رہا مگر چونکہ اس کا متابع نہیں لہذا اس تفرد کی وجہ سے اس کو شاذ کہہ دیا گیا۔

پھر جن علماء نے اس روایت کی تصحیح کی ہے کیا اہل بدعت ان سے زیادہ علم اصول کے سمجھنے والے

ہیں کہ وہ اس پر صحیح کا حکم لگا کر قبول کر رہے ہیں اور اہل بدعت اسے شاذ کہہ کر رد کر رہے ہیں؟

حوالہ جات کی عبارات

قَالَ الْعِرَاقِيُّ :وَأَمَّا السَّلاَمَةُ مِنَ الشُّذُ وْذِ وَالْعِلَّةِ فَقَالَ ابْنُ دَقِيْقُ العيد فی الاقتراح ان اصحاب الحديث زادوا ذالك فی حد الصحيح قال فيه نظر علی مقتضی نظر الفقهاء فان كثيرا من العلل التی يعلل بها المحدثون لا تجری علی اصول الفقهاء قال العراقی والجواب ان من يصنف فی علم الحديث انما يذكر الحد عند اهله لا عند غيرهم من اهل العلم آخر و كون الفقهاء والاصوليين لا يشترطون فی الصحيح هذين الشرطين لا يفسد الحد عند من يشترطهما ولذا قال ابن الصلاح بعد الحد فهذا هو الحديث الذی يحكم له بالصحة بلا خلاف بين اهل الحديث و قد يختلفون فی صحة بعض الاحاديث لاختلافهم فی وجود هذه الاوصاف فيه او لاختلافهم فی اشراط بعضها كما فی المرسل.(۱)

(۲) لم يصح بمراده من الشذوذ هنا ،وقد ذكر فی نوعه ثلاثة اقوال احدها مخالفة الثقة لارجح منه والثانی تفرد الثقة مطلقا والثالث تفرد الراوی مطلقا ورد الآخرين فالظاهر انه اراد هنا الاول(۲)

(۳)قال النوویؒ و ان لم يخالف الراوی فان كان عدلا حافظا موثوقا بضبطه كان تفرده صحيحا و ان لم يوثق بضبطه و لم يبعد عن درجة الضابط كان حسنا و ان بعد كان شاذا منكرا مردودا والحاصل ان الشاذ المردود هو الفرد المخالف والفرد الذی ليس فی رواته من الثقة والضبط ما يجبر به تفرده.(۳)

(٤) قال الشيخ المحقق وبعض الناس يفسرون الشاذ بمفرد الراوی من غير اعتبار مخالفة للثقات كما سبق و يقولون صحيح شاذ و صحيح غير شاذ فالشذوذ بهذ المعنی ايضا لا ينافی الصحة كالغرابة والذی يذكر فی مقام الطعن هو مخالف للثقات(۴)

(۱)تدریب الراوی ،ص60،قدیمی کتب خانہ۔کراچی

(۲)تدریب الراوی ،ص60،قدیمی کتب خانہ۔کراچی

(۳)تدریب الراوی ،ص207،قدیمی کتب خانہ۔کراچی

(٤)مقدمة مشکوة،ص7۔مکتبہ رحمانیہ۔لاهور

امام نانوتوی رحمہ اللہ سے اس اعتراض کا جواب

اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں حجۃ الاسلام پر کہ جنہوں نے تحذیرالناس پر یارلوگوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کے جوابات اپنی زندگی ہی میں دے دئے تھے اس اعتراض کا جواب مولانا نے تحذیرالناس میں دیا ہے وہ وہی ہے جیسے راقم نے ماقبل میں نقل کیا ملاحظہ ہو:

''اور جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقیؒ تو انہوں نے صحیح کہہ کر شاذ کہا ہے اور اس طرح سے شاذ کہنا مطاعن حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا

کما قال سید الشریف فی رسالته فی اصول الحدیث قال الشافعیؒ الشاذ ما رواه الثقة مخالفا لما راوه الناس قال ابن الصلاحؒ فیه تفصیل فما خالف مفرده و احفظ منه و اضبط فشاذ و مردود و ان لم یخالف وهو عدل ضابط فصحیح و ان رواه غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجة الضابط فحسن و ان بعد فمنکر

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ روایت ثقہ کی مخالف روایات ثقات ہو دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ایک ہی ثقہ ہو سو بایں معنی اخیر منجملہ اقسام صحیح ہے نہ ضد صحیح چنانچہ شیخ عبدالحق دہلویؒ فرماتے ہیں:

قال الشیخ عبد الحق المحدث الدهلویؒ فی رسالة اصول الحدیث التی طبعها مولانا احمد علی فی اول المشکوة المطبوعة بعض الناس یفسرون الشاذ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفة للثقات کما سبق و یقولون صحیح شاذ و صحیح غیر شاذ فالشذوذ بهذ المعنی ایضا لا ینافی الصحة کالغرابة والذی یذکر فی مقام الطعن هو مخالف للثقات. انتهی

یہ عبارت بعینہ وہی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیونکر ہوسکتا ہے وہ شذوذ جو قادح صحت ہے بمعنی مخالفت ثقات ہے چنانچہ سید شریفؒ ہی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یہ فرماتے ہیں:

هو ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله و سلم عن شذوذ و علة و نعنی بالمتصل ما لم یکن مقطوعا بای وجه کان و بالعدل من لم یکن مستور العدالة ولا مجروحا وبالضابط من یکون حافظا متیقظا و بالشذوذ ما یرویه الثقة مخالفا لما یرویه

الناس و بالعلة ما فيه اسباب خفية غامضة قادحة.

اس تقریر سے اہل علم پر روشن ہوگیا ہوگا کہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات مراد نہیں کیونکہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات صحت کیلئے مضر ہے جو حدیث بایں معنی شاذ ہے وہ صحیح نہیں ہوسکتی''۔(۱)

اندازہ لگائیں کہ امام کی اصول حدیث پر کتنی گہری نظر تھی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جو پہلی عبارت پیش کی وہ:

علم اصول الحدیث لسید الشریف الجرجانیؒ المتوفی 816ھ، ص:60، دارابن حزم۔ بیروت پر موجود ہے۔

دوسری عبارت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ہے جسکا حوالہ گزر چکا ہے۔

جبکہ تیسری عبارت جرجانیؒ ہی کی علم اصول الحدیث، ص:28 پر موجود ہے۔

علامہ سخاویؒ نے بھی یہی بات لکھی کہ محدثین جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھتے ہیں وہ صرف وہ شاذ ہے کہ جس میں اوثق کی مخالفت کی جائے فقط۔

قال السخاویؒ : والمحدثون يسمونه شاذا لانهم فسروا الشذوذ المشترط نفيه هنا بمخالفة الراوی فی روايته من هو ارجح منه عند تعسر الجمع بين الروايتين(۲)

اعتراض نمبر۶: سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ یہ ممکن ہے کہ کسی روایت کی سند صحیح ہو مگر متن میں کوئی علت قادحہ ہو۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض تو ہر حدیث پر ہوسکتا ہے چنانچہ جس نے کسی حدیث کا انکار کرنا ہو کہہ دے کہ سند تو ٹھیک ہے مگر سند کے درست ہونے سے متن کا درست ہونا لازم نہیں آتا۔ پھر یہ اعتراض بھی قلت فہم کی وجہ سے ہے اس لئے کہ محدثین میں سے جب کوئی کسی روایت کو نقل کرے اور اس کے متعلق ''صحیح الاسناد'' کہے تو یہ اس کے متناوسنداصحیح ہونے کی دلیل ہے اور ائمہ نے اثر ابن عباس کو روایت کرتے ہوئے اس پر صحیح کا حکم لگایا اور کوئی علۃ قادحہ بیان نہیں کی امام بیہقیؒ نے اگرچہ شاذ کہا مگر وہ اثر کی صحت کیلئے قادح نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ نقل کردہ اصول پر دلائل ملاحظہ ہو:

غَيْرَ أَنَّ الْمُصنِّفَ الْمُعْتَمَدَ فِيْهِمْ اِذَا اقْتَصَرَ عَلَى قَوْلِهِ : اَنَّهُ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ وَ لَمْ يَذْكُرْ لَهُ عِلَّةً لَمْ يَقْدَحْ فِيْهِ فَالظَّاهِرُ مِنْهُ الْحُكْمُ بِأَنَّهُ صَحِيْح'' فِيْ نَفْسِهِ لِأَنَّ عَدَمِ الْعِلَّةِ

(۱) تحذیر الناس، ص24، کتب خانہ رحیمیہ۔ دیوبند، ص83، ادارہ تحقیقات اہل سنت۔ لاہور

(۲) فتح المغيث بشرح الفية الحديث، ج1، ص26، مكتبة دار المنهاج ـ الرياض ،الطبعة الاولى 1426ھ

وَالْقَادِحِ هُوَ الْأَصْلُ .(۱)

و قال العراقیؒ : و کذالك ان اقتصر علی قوله حسن الاسناد و لم یعقبه بضعف فهو ایضا محکوم له بالحسن .(۲)

اعتراض نمبر ۷: ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں اس کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔

جواب: اللہ پاک ان پر اپنی رحمت کرے ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب صحابی کا قول قیاس کے موافق نہ ہوتو وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی صحابی کا قول جب مدرک بالقیاس نہ ہوتو مسند حدیث پر محمول کیا جائے گا۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِیْهِ أَنَّ أَبَا هُرَیْرَةَ لَمْ یَکُنْ یَأْخُذُ مِنْ أَهْلِ الْکِتَابِ وَ أَنَّ الصَّحَابِیَّ الَّذِیْ یَکُوْنُ کَذَالِكَ إِذَا أَخْبَرَ بِمَا لَا مَجَالَ لِلرَّأْیِ فِیْهِ یَکُوْنُ لِلْحَدِیْثِ حُکْمُ الرَّفْعِ (۳)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث اہل کتاب سے نہیں لی اور جو صحابی ایسا ہو اور اس کی حدیث میں رائے کا احتمال بھی نہ ہوتو وہ مرفوع کے حکم میں ہے

قریب قریب یہی بات (فتح المغیث ،ج1،ص128،شرح التبصر ۃ ،ج1،ص71) پر بھی موجود ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ اہل کتاب سے لینے کے سخت مخالف تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں:

یا معشر المسلمین کیف تسالون اهل الکتاب عن شیء و کتابکم الذی انزل الله علی حبیبکم احدث اخبار بالله محضا لم یشب و قد حدثکم الله ان اهل الکتاب قد بدلوا من کتب الله و غیروا فکتبوا بایدهیم الکتب قالوا هو من عند الله لیشتروا به ثمنا قلیلا (۴)

اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیسے پوچھ سکتے ہو جبکہ تمہارے پاس تو ایسی کتاب موجود ہے جس کو اللہ نے تمہارے حبیب پاک ﷺ پر اتارا جو صرف اللہ تعالیٰ کی باتیں بیان کرتا

---

(۲) الرفع والتکمیل ،ص 83،84،المرصد الرابع ، مکتبة ابن تیمیة ،مقدمة ابن صلاح ،ص 43۔فتح المغیث، ج1، ص88،المکتبة السلفیة

(۲) شرح التبصرة والتذکرة،ص56

(۳) فتح الباری ، ج6،ص353،دار المعرفة ۔ بیروت

(۴) بخاری شریف

ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا اور ہاں اللہ تعالی نے تمہیں یہ بات بھی بتلا دی کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو تبدیل کر دیا تھا۔۔الخ

اور اثر مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ ہی سے مروی ہے اور مدرک بالقیاس بھی نہیں لہذا یہ حکما مرفوع ہے اور کسی قول بلا دلیل کی بنیاد پر اس صحیح ترین روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

الحمدللہ راقم الحروف نے انتہائی مختصر انداز میں اس اثر پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دے دئے ہیں اگر کوئی اور اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیا جائے انشاءاللہ۔یار زندہ صحبت باقی

نوٹ: یہ تمام اعتراضات ''سہ ماہی سواد اعظم دہلی، ص۱۱ تا ۱۵، ج۲ ش۳'' سے لئے گئے ہیں۔

اثر ابن عباس کی تصحیح کرنے والوں پر رضا خانی فتوے

ماقبل میں تفصیل سے گزر چکا کہ کتنے بڑے بڑے ائمہ نے اس روایت کی تصحیح کی پھر جنہوں نے اس کو روایت کیا ظاہراً وہ بھی اس کی تصحیح پر متفق ہیں مگر دوسری طرف رضا خانی فتوے ملاحظہ ہوں:

(۱) تبسیم شاہ بخاری آف اٹک لکھتے ہیں:

''اس اثر کو صحیح ماننے سے جہاں حضور اکرم ﷺ کی مثل اور نظیر ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے وہیں ختم نبوت کے اجماعی عقیدے پر بھی زد پڑتی ہے''۔(۱)

بریلوی ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''ان (مولوی نقی علی خان والد احمد رضا خان بریلوی۔از ناقل) کی رائے میں اثر ابن عباس کی صحت قبول کرنے کے بعد مولانا محمد احسن منکر خاتم النبیین ٹھرتے تھے''۔(۲)

غلام نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر نانوتوی صاحب ختم زمانی کے قائل تھے تو وہ اثر ابن عباس کی تصحیح وتقویت کیوں کر رہے ہیں''۔(۳)

خلاصہ کلام یہ کہ معاذ اللہ ماقبل میں ذکر کردہ یہ تمام ائمہ ختم نبوت کے منکر تھے تو الزام صرف امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں؟

---

(۱) ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص41

(۲) محاسبہ دیوبندیت، ج2، ص451، تنظیم اہل سنت کراچی

(۳) عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج1، ص192